الجواب باسمہ تعالیٰ

شوال کے چھ روزوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی صحیح سند کے ساتھ حدیث کی مستند کتابوں میں موجود ہے:

"عن ابی ایوب عن رسول اللہ ﷺ قال: من صام رمضان ثم اتبعہ ستامن شوال فذاک صیام الدھر". (رواہ الجماعۃ الاالبخاری والنسائی.)(۱)

ترجمہ: "یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ (یعنی پورے سال) کے روزے شمار ہوں گے"۔

اس حدیث کو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ سب نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، فقہ حنفی کی معتبر کتابوں نے بھی ان روزوں کو مستحب اور سنت قرار دیا ہے، چنانچہ صاحب "تنویر الابصار" اور صاحب "الدر المختار" لکھتے ہیں:

(۱) اعلاء السنن لظفر احمد العثمانی - کتاب الصوم - باب استحباب صیام ستة من شوال وصوم عرفة - رقم الحدیث ۲۵۴۱ - ط: ادارة القرآن کراچی.

"(وندب تفریق صوم الست من شوال) ولایکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی - حاوی - والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسة بعدہ فلو افطر الفطر لم یکرہ بل یستحب ویسن. ابن کمال" (۱)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بھی "الدر المختار" کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے مختلف کتابوں کے حوالہ سے حنفی مذہب میں راجح اور مختار قول کے مطابق ان روزوں کو ثابت کر دیا ہے۔ اور اخیر میں علامہ قاسم ابن قطلوبغا کے ایک رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے جن لوگوں نے ان روزوں کی مطلقاً کراھت کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے ان لوگوں کے دعوے کو جھوٹا اور بلا دلیل قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو "فتاویٰ شامی" کی مندرجہ ذیل پوری عبارت:

قال صاحب الهداية في كتابه التجنيس ان صوم الستة بعد الفطر متابعة منهم من كرهه والمختار انه لاباس به لان الكراهة انما كانت لانه لايؤمن من ان يعد ذلك من رمضان فيكون تشبها بالنصارى والآن زال ذلك المعنى اه. ومثله في كتاب النوازل لابي الليث والواقعات للحسام الشهيد والمحيط البرهاني والذخيرة وفي الغاية عن الحسن ابن زياد انه كان لايرى بصومها باسا ويقول كفى بيوم الفطر مفرقا بينهن وبين رمضان اه. وفيها ايضا عامة المتاخرين لم يروا به باسا واختلفوا هل الافضل التفريق او التتابع اه. وفي الحقائق صومها متصلا بيوم الفطر يكره عند مالك وعندنا لايكره وان اختلف مشايخنا في الافضل وعن ابي يوسف انه كرهه متابعا والمختار لا بأس به اه. وفي الوافي والكافي والمصفى يكره عند مالك وعندنا لايكره وتمام ذلك في

(۱) الدر المختار - کتاب الصوم - مطلب فی صوم الست من شوال ۲/۴۳۵.

رسالة" تحرير الاقوال في صوم الست من شوال" للعلامة قاسم وقدردفيها على ما في منظومة التباني وشرحها من عزوه الكراهة مطلقا الى ابي حنيفة وانه الاصح بانه على غيررواية الاصول وانه صحح مالم يسبقه احد الى تصحيحه وانه صحح الضعيف وعمد الى تعطيل ما فيه الثواب الجزيل بدعوى كاذبة بلادليل ثم ساق كثيرا من نصوص كتب المذهب فراجعها فافهم .(۱)

سوال کے ساتھ منسلک ایک محترم جناب مولانا صاحب کے فتوی میں فتاویٰ عالمگیری اورالبحر الرائق کے حوالہ سے جوان روزوں کومکروہ کہا گیا ہے،افسوس یہ ہے کہ انہوں نے فتاوی عالمگیری کی آدھی عبارت نقل کر کے استدلال فرمایا ہے،کاش وہ بعدوالی عبارت بھی پڑھ لیتے ،جس میں اصح قول کے مطابق کراہت کومسترد قرار دے کر استحباب کوثابت کیا گیا ہے۔ملاحظہ ہو"فتاویٰ عالمگیری" کی عبارت:

"ویکرہ صوم ستة من شوال عندابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی متفرقا کان اومتتابعا وعن ابی یوسف کراهته متتابعا لامتفرقا لکن عامة المتاخرین لم یروا به باسا"(۲)

(یہاں تک مذکورہ فتوی میں عبارت درج ہے، اورآگے متصلا مندرجہ ذیل عبارت ہے،جس کوفتوی میں شامل کرنے کی زحمت نہیں کی گئی ہے)

والاصح انه لاباس به كذافي محيط السرخسي. وتستحب الستة متفرقة كل اسبوع يومان كذافي الظهيرية (۳)

پھرآگے جناب مولانا صاحب نے"لاباس" کےکلمہ پرگفتگوکرتے ہوئے فتاوی شامی کے حوالہ سے ارشادفرمایاکہ"لاباس،،خلاف اولی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔کاش مولانا،فتاویٰ شامی کے اس غیر

(۱) الدر المختارمع حاشیۃ ردالمختار- کتاب الصوم-مطلب فی صوم الست من شوال-۲/۴۳۵.

(۲) الفتاوی الهندية-کتاب الصوم-الباب الثالث فیمایکرہ للصائم ومالایکرہ-۱/۲۰۱.

(۳) المرجع السابق.

متعلقہ مقام کے بجائے خود وہ مقام مطالعہ فرماتے، جہاں علامہ شامی نے شوال کے چھ روزوں کا مستقلا ذکر کیا ہے جس کاحوالہ اور پوری عبارت اوپردرج ہے۔اوراگرغیر متعلقہ مقام کودیکھنا ہی تھا تو پھر ذرا اور آگے دوسرے مقام پرعلامہ شامیؒ کی مندرجہ ذیل عبارت كلمة لاباس قدتستعمل في المندوب كمافي البحر من الجنائز والجهاد (ردالمحتار ص۱۱۹،ج اول)(۱) کا مطالعہ فرماکراس نتیجہ پرپہنچ جاتے کہ کلمہ"لاباس" مندوب ومستحب کے لئے بھی سیاق وسباق کی مناسبت سے استعمال ہوتا ہے۔اورزیر بحث مسئلہ میں سیاق وسباق کی مناسبت سے استحباب ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مولانا کے فتوی میں فتح القدیر کی عبارت بھی ناقص نقل کی گئی ہے،چنانچہ انہوں نے کراہت پراستدلال کرتے ہوئے ووجه الكراهة سے اخیر تک فتح القدیر کی عبارت نقل کی ہے اور،اس سے قبل وہ عبارت جوعامۃ المشائخ کے نزدیک ثبوت واستحباب پردلالت کرتی ہے،اس کوقلمبند نہیں فرمایا ہے،وہ عبارت یہ ہے:

"وعامة المشائخ لم يروا به باسا، واختلفوا فقيل الافضل وصلها بيوم الفطر، وقيل بل تفريقها في الشهر، وجه الجواز انه قدوقع الفصل بيوم الفطرفلم يلزم التشبه باهل الكتاب"(۲)

اور یہ کہنا کہ اس زمانہ میں عوام نے اس کوضروری سمجھا ہے،اس لئے ان پرعمل کرنا منع ہے،یہ بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ آج کل کوئی بھی ان روزوں کوفرض یاواجب نہیں سمجھتا،خواص کا توسوال ہی پیدانہیں ہوتا،عوام کوجب بھی ان روزوں کی ترغیب دی جاتی ہےتوساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ روزے فرض یاواجب نہیں ہیں، محض مستحب اورباعث ثواب ہیں،اوررہا یہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے"موطا" میں ان روزوں کومنع کیا ہے۔اوراہل علم کےنزدیک مکروہ قراردیا ہے۔تواس کے بارہ میں عرض یہ ہے کہ ایک صحیح حدیث کی موجودگی میں جس کوجمہورامت نے قدیماوحدیثا تسلیم کیا ہو،حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کوجوکسی بھی مرفوع روایت سے مؤیدبھی نہیں ہے،ترجیح دینااصول کے خلاف ہے۔اورجولوگ مسلکامالکی بھی نہ ہوں ان کا یہ کام انجام دینا توباعث حیرت بھی ہے۔

(۱) ردالمحتار-کتاب الصوم-مطلب کلمة لاباس قد تستعمل للمندوب-۱/۱۱۹.

(۲) فتح القدير-کتاب الصوم-باب مايوجب القضاء والكفارة-۲/۲۷۱.

اسی طرح مشہور حنفی فقیہ ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''بدائع الصنائع'' میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ کہ مکروہ صورت وہ ہے کہ عید کے دن بھی روزہ رکھا جائے اور بعد میں پانچ اور روزے رکھے جائیں، اور اگر عید کے دن چھوڑ کر اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور سنت ہیں۔

''والاتباع المكروه هو ان يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة ايام فاما اذا افطر يوم العيد ثم صام بعده ستة ايام فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة''(۱)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور کتاب ''اعلاء السنن'' ص ۱۷۷، الجزء ۹، میں ان چھ روزوں کو مستحب قرار دیتے ہوئے ایک باب، ''باب استحباب صیام ستة من شوال'' قائم کر کے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے، اسی طرح حضرت علامہ محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''معارف السنن شرح الترمذی'' میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک علیہما الرحمۃ کی طرف منسوب کراہت کے قول کو صیغہ تمریض ''نسب'' کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اخیر میں علامہ قاسم بن قطلو بغا کے رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ قاسم بن قطلو بغا نے حنفی مذہب کے نصوص سے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہ روزے مستحب ہیں، ''معارف السنن'' کی عبارت ملاحظہ کرنے کے لئے پیش خدمت ہے:

نسب الى ابى حنيفة ومالك كراهتها والى الشافعي واحمد استحبابها والنقول التي حكاها المتاخرون من ابن نجيم والكمال وابن الكمال وغيرهم من علمائنا مضطربة ولكن افرد هذا الموضوع المحقق العلامة الحافظ قاسم بن قطلوبغا برسالة خاصة سماها ''تحرير الاقوال في صوم الست من شوال'' وحقق من

(۱) بدائع الصنائع -كتاب الصوم -باب الصيام في الأيام المكروهة- ۲/ ۲۱۵. ط: دار احياء

نصوص المذهب استحبابها عند ابي حنيفة وابي يوسف، ثم اختلفوا هل الافضل التفريق او التتابع بعد الاتفاق باداء اصل الفضيلة باي طريق كان من غير كراهة ؟ واختار ابو يوسف التفريق وراجع للتفصيل ''رد المحتار''. (۱)

موجودہ عصر کے مشہور محقق وفقیہ ''الدکتور وھبہ الزحیلی'' نے اپنی کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں ان روزوں کو جو بالاتفاق بین الائمہ مستحب ہیں، گنتے ہوئے نمبر چار میں شوال کے چھ روزوں کو ذکر کیا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان روزوں کے استحباب پر چاروں مذاہب کے علماء متفق ہیں ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب کی عبارت:

''وايام صوم التطوع بالاتفاق مايلي : ۱...... ۲......
۳...... (۴) صوم ستة ايام من شوال ولو متفرقة''(۲)

اس تحقیق کے بعد عام لوگوں کے فائدہ کے لئے اس بحث کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں

خلاصہ

(۱) شوال کے چھ روزے مستحب اور باعث ثواب ہیں، رمضان کے ساتھ ساتھ ان مستحب چھ روزوں کی وجہ سے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اس لئے ان کا اہتمام کیا جائے۔

(۲) یہ روزے فرض یا واجب نہیں ہیں، اور اگر کوئی نہیں رکھتا تو گناہ گار بھی نہیں ہوگا۔ البتہ ان روزوں کا مذکورہ ثواب جو حدیث میں بتایا گیا ہے وہ اس کو حاصل نہ ہوگا۔

(۳) شوال کا پہلا دن (عید کا دن) چھوڑ کر اس مہینے کے اندر اندر کسی بھی وقت یہ روزے رکھے جا سکتے ہیں، مسلسل یا متفرق دنوں میں رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں جس طرح آسان ہو

(۱) معارف السنن -كتاب الصوم-باب ماجاء في صيام ستة أيام من شوال -ط: المكتبة البنورية.
(۲) الفقه الاسلامي وأدلته، للدكتور وهبة الزحيلي -كتاب الصوم -النوع الرابع -صوم التطوع او الصوم المندوب -۲/ ۵۸۸-ط: دار الفكر بيروت.

المغني

تأليف الشيخ الامام العلامة (موفق الدين أبي محمد عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامة)
المتوفى سنة ٦٢٠ هـ على مختصر (الامام أبي القاسم عمر بن الحسين بن عبد الله بن أحمد الخرقي)

ويليه

الشرح الكبير

على متن المقنع ، تأليف الشيخ الامام (شمس الدين أبي الفرج عبد الرحمن بن أبي عمر محمد بن أحمد ابن قدامة المقدسي) المتوفى سنة ٦٨٢ هـ كلاهما على مذهب امام الأئمة (أبي عبد الله أحمد بن محمد ابن حنبل الشيباني) مع بيان خلاف سائر الأئمة وأدلتهم رضي الله عنهم

الجزء الثالث

(تنبيه) وضعنا كتاب المغني في أعلى الصحائف والشرح الكبير في أدناها مفصولا بينهما بخط عرضي

دار الكتاب العربي
للنشر والتوزيع

﴿ مسئلة ﴾ (قال ومن صام شهر رمضان وأتبعه بست من شوال وان فرقها فكأنما صام الدهر)

وجملة ذلك أن صوم ستة أيام من شوال مستحب عند كثير من أهل العلم روي ذلك عن كعب الاحبار والشعبي وميمون بن مهران وبه قال الشافعي وكرهه مالك وقال ما رأيت أحداً من أهل الفقه يصومها

أن يعرض علي وانا صائم

﴿ مسئلة ﴾ (ومن صام رمضان وأتبعه بست من شوال فكأنما صام الدهر)

صوم ستة أيام من شوال مستحب عند كثير من أهل العلم ، روي عن كعب الاحبار والشعبي وميمون بن مهران والشافعي وكرهه مالك وقال : ما رأيت أحداً من أهل الفقه يصومها ولم يبلغني ذلك

ولم يبلغني ذلك عن أحد من السلف وان أهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق برمضان ما ليس منه

ولنا ماروى أبو أيوب قال قال رسول الله ﷺ « من صام رمضان وأتبعه ستا من شوال فكانما صام الدهر » رواه أبو داود والترمذي وقال حديث حسن [1] وقال احمد هو من ثلاثة أوجه عن النبي ﷺ وروى سعيد باسناده عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ « من صام رمضان شهر بعشرة أشهر وصام ستة أيام بعد الفطر وذلك تمام سنة » يعني أن الحسنة بعشر أمثالها فالشهر بعشرة والستة بستين يوما فذلك اثنا عشر شهراً وهو سنة كاملة ولا يجري هذا مجرى التقديم لرمضان لان يوم الفطر فاصل فان قيل فلا دليل في هذا الحديث على فضيلتها لان النبي ﷺ شبه صيامها بصيام الدهر وهو مكروه قلنا انما كره صوم الدهر لما فيه من الضعف والتشبيه بالتبتل لولا ذلك لكان ذلك فضلا عظيما لاستغراقه الزمان بالعبادة والطاعة والمراد بالخبر التشبيه به في حصول العبادة به على وجه عري عن المشقة كما قال عليه السلام « من صام ثلاثة أيام من كل شهر كان كمن صام الدهر » ذكر ذلك حثا على صيامها وبيان فضلها ولا خلاف في استحبابها ونهى عبد الله بن عمرو عن قراءة القرآن في أقل من ثلاث وقال « من قرأ (قل هو الله أحد) فكانما قرأ ثلث القرآن » أراد التشبيه بثلث القرآن في الفضل لا في كراهة الزيادة عليه اذا ثبت هذا فلا فرق بين كونها متتابعة أو مفرقة في أول الشهر أو في آخره لان الحديث ورد بها مطلقا من غير تقييد ولان فضيلتها لكونها تصير مع الشهر ستة وثلاثين يوما والحسنة بعشر أمثالها فيكون ذلك كثلاثمائة وستين يوما وهو السنة كلها فاذا وجد

[1] «١» ورواه أحمد ومسلم في الصحيح فمن العجب ترك المصنف لهذا واكتفاؤه بتحسين الترمذي

عن أحد من السلف ، وان أهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وأن يلحق برمضان ما ليس منه

ولنا ماروى أبو أيوب قال : قال رسول الله ﷺ « من صام رمضان واتبعه ستا من شوال فكأنما صام الدهر » رواه أبو داود والترمذي وقال حديث حسن ، قال أحمد هو من ثلاثة أوجه عن نبي ﷺ ولا يجري مجرى التقديم لرمضان لان يوم العيد فاصل . وروى سعيد باسناده عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ « من صام رمضان شهر بعشرة اشهر وصام ستة ايام بعد الفطر وذلك تمام سنة » يعني أن الحسنة بعشر امثالها فالشهر بعشرة والستة بستين يوماً فذلك سنة كاملة فان قيل فالحديث لا يدل على فضيلتها لانه شبه صيامها بصيام الدهر وهو مكروه قلنا : انما كره صوم الدهر لما فيه من الضعف والتشبه بالتبتل لولا ذلك لكان فضلا عظيما لاستغراقه الزمان بالعبادة والطاعة والمراد بالخبر التشبيه به في حصول العبادة به على وجه لا مشقة فيه كما قال عليه السلام « من صام ثلاثة أيام من كل شهر كان كمن صام الدهر » مع ان ذلك لا يكره بل يستحب بغير خلاف وكذلك نهى عبد الله بن عمرو عن قراءة القرآن في أقل من ثلاث وقال « من قرأ (قل هو الله أحد) فكأنما قرأ ثلث القرآن » أراد التشبيه بثلث القرآن في الفضل لا في كراهة الزيادة عليه . اذا ثبت هذا فلا فرق بين كونها متابعة أو متفرقة في اول الشهر أو في آخره لان الحديث ورد مطلقاً من غير تقييد ولان فضيلتها لكونها تصير مع الشهر عشر السنة والحسنة بعشر أمثالها فيكون كانه صام السنة كلها فاذا وجد ذلك في كل سنة صار

وَالْعَامَّةِ هو أَنَّ كُلَّ من يَعْلَمُ نِيَّةَ الصَّوْمِ يوم الشَّكِّ فَهُوَ من الْخَوَاصِّ وَإِلَّا فَهُوَ من الْعَوَامِّ وَالنِّيَّةُ أَنْ يَنْوِيَ التَّطَوُّعَ من لَا يَعْتَادُ بِصَوْمِ ذلك الْيَوْمِ وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِهِ إنْ كان من رَمَضَانَ فَمِنْ رَمَضَانَ كَذَا في مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ رَجُلٌ أَصْبَحَ يوم الشَّكِّ مُتَلَوِّمًا ثُمَّ أَكَلَ نَاسِيًا ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ من رَمَضَانَ وَنَوَى الصَّوْمَ ذَكَرَ في الْفَتَاوَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ كَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ بَابِ النِّيَّةِ وَيُكْرَهُ صَوْمُ يَوْمِ الْعِيدَيْنِ وَأَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَإِنْ صَامَ فيها كان صَائِمًا عِنْدَنَا كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَلَا قَضَاءَ عليه إنْ شَرَعَ فيها ثُمَّ أَفْطَرَ كَذَا في الْكَنْزِ هذا في ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عن الثَّلَاثَةِ وَعَنْ الشَّيْخَيْنِ وُجُوبُهُ كَذَا في النَّهْرِ الْفَائِقِ وَيُكْرَهُ صَوْمُ سِتَّةٍ من شَوَّالٍ عِنْدَ أبي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى مُتَفَرِّقًا كان أو مُتَتَابِعًا وَعَنْ أبي يُوسُفَ كَرَاهَتُهُ مُتَتَابِعًا لَا مُتَفَرِّقًا لَكِنْ عَامَّةُ الْمُتَأَخِّرِينَ لم يَرَوْا بِهِ بَأْسًا هَكَذَا في الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ كَذَا في مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ وَتُسْتَحَبُّ السِّتَّةُ مُتَفَرِّقَةً كُلَّ أُسْبُوعٍ يَوْمَانِ كَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ في فَصْلِ الْأَوْقَاتِ التي يُكْرَهُ فيها الصَّوْمُ وَيُسْتَحَبُّ وَيُكْرَهُ صَوْمُ الْوِصَالِ وهو أَنْ يَصُومَ السَّنَةَ كُلَّهَا وَلَا يُفْطِرَ في الْأَيَّامِ الْمَنْهِيِّ عنها وإذا أَفْطَرَ في الْأَيَّامِ الْمَنْهِيَّةِ الْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ كَذَا في الْخُلَاصَةِ وَيُكْرَهُ أَنْ يَصُومَ أَيَّامًا لَا يُفْطِرُ فِيهِنَّ لَيْلًا أو نَهَارًا هَكَذَا في السِّرَاجِ وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَصُومَ يَوْمًا وَيُفْطِرَ يَوْمًا كَذَا في الْخُلَاصَةِ وَأَمَّا صَوْمُ يَوْمِ السَّبْتِ وَيَوْمِ الْأَحَدِ فذكر شَمْسُ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيُّ لَا بَأْسَ بِهِ إذَا كان لَا يَعْتَقِدُ تَعْظِيمَ ذلك الْيَوْمِ هَكَذَا في الذَّخِيرَةِ وَيُكْرَهُ صَوْمُ يَوْمِ النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ إذَا تَعَمَّدَ ولم يُوَافِقْ صَوْمًا كان يَصُومُهُ قبل ذلك أَمَّا الْكَلَامُ في أَفْضَلِيَّةِ الصَّوْمِ في هذا الْيَوْمِ فَإِنْ كان يَصُومُ قَبْلَهُ تَطَوُّعًا فَالْأَفْضَلُ له أَنْ يَصُومَ وَإِلَّا فَالْأَفْضَلُ أَنْ لَا يَصُومَ لِأَنَّهُ يُشْبِهُ تَعْظِيمَ هذا الْيَوْمِ وَأَنَّهُ حَرَامٌ هَكَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ وهو الْمُخْتَارُ هَكَذَا في مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ وَيُكْرَهُ صَوْمُ الصَّمْتِ وهو أَنْ يَصُومَ وَلَا يَتَكَلَّمَ كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَيُكْرَهُ أَنْ تَصُومَ الْمَرْأَةُ تَطَوُّعًا بِغَيْرِ إذْنِ زَوْجِهَا إلَّا أَنْ يَكُونَ مَرِيضًا أو صَائِمًا أو مُحْرِمًا بِحَجٍّ أو عُمْرَةٍ وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ وَالْأَمَةِ أَنْ يَصُومَا تَطَوُّعًا إلَّا بِإِذْنِ الْمَوْلَى كَيْفَمَا كان وَكَذَا الْمُدَبَّرُ وَالْمُدَبَّرَةُ وَأُمُّ الْوَلَدِ فَإِنْ صَامَ أَحَدٌ من هَؤُلَاءِ لِلزَّوْجِ أَنْ يُفَطِّرَ الْمَرْأَةَ وَلِلْمَوْلَى أَنْ يُفَطِّرَ الْعَبْدَ وَالْأَمَةَ وَتَقْضِي الْمَرْأَةُ إذَا أَذِنَ لها زَوْجُهَا أو بَانَتْ وَيَقْضِي الْعَبْدُ إذَا أَذِنَ له الْمَوْلَى أو أُعْتِقَ فَأَمَّا إذَا كان الزَّوْجُ مَرِيضًا أو صَائِمًا أو مُحْرِمًا لم يَكُنْ له مَنْعُ الزَّوْجَةِ من ذلك وَلَهَا أَنْ تَصُومَ وَإِنْ نَهَاهَا وَلَيْسَ كَذَلِكَ الْعَبْدُ وَالْأَمَةُ فَإِنَّ لِلْمَوْلَى مَنْعَهُمَا على كل حَالٍ كَذَا في الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ وَكُلُّ صَوْمٍ وَجَبَ على الْمَمْلُوكِ بِسَبَبٍ بَاشَرَهُ كَالتَّطَوُّعِ إلَّا صَوْمَ الظِّهَارِ كَذَا في الْخُلَاصَةِ وَلَا يَصُومُ الْأَجِيرُ تَطَوُّعًا إلَّا بِإِذْنِ الْمُسْتَأْجِرِ إنْ كان صَوْمُهُ يَضُرُّ بِهِ في الْخِدْمَةِ وَإِنْ كان لَا يَضُرُّهُ فَلَهُ أَنْ يَصُومَ بِغَيْرِ إذْنِهِ كَذَا في مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ وَأَمَّا بِنْتُ الرَّجُلِ وَأُمُّهُ وَأُخْتُهُ فَيَتَطَوَّعْنَ بِغَيْرِ إذْنِهِ كَذَا في السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ وَيُكْرَهُ لِلْمُسَافِرِ أَنْ يَصُومَ إذَا أَجْهَدَهُ الصَّوْمُ فَإِنْ لم يَكُنْ كَذَلِكَ فَالصَّوْمُ أَفْضَلُ إذَا لم يَكُنْ رُفَقَاؤُهُ أو عَامَّتُهُمْ مُفْطِرِينَ فَإِنْ كان رُفَقَاؤُهُ أو عَامَّتُهُمْ مُفْطِرِينَ وَالنَّفَقَةُ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَهُمْ فَالْإِفْطَارُ أَفْضَلُ كَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ وإذا أَصْبَحَ الْمُسَافِرُ صَائِمًا فَدَخَلَ مِصْرَهُ أو مِصْرًا آخَرَ فَنَوَى الْإِقَامَةَ كُرِهَ له أَنْ يُفْطِرَ كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَلَا يُكْرَهُ صَوْمُ التَّطَوُّعِ لِمَنْ عليه قَضَاءُ رَمَضَانَ كَذَا في مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ وَيُسْتَحَبُّ صَوْمُ أَيَّامِ الْبِيضِ الثَّالِثَ عَشَرَ وَالرَّابِعَ عَشَرَ وَالْخَامِسَ عَشَرَ كَذَا في فَتَاوَى قَاضِي خَانْ وَصَوْمُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِانْفِرَادِهِ مُسْتَحَبٌّ عِنْدَ الْعَامَّةِ كَالِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ كَذَا في الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَيُسْتَحَبُّ صَوْمُ يَوْمِ الْخَمِيسِ وَالْجُمُعَةِ وَالسَّبْتِ من كل شَهْرٍ حَرَامٍ وَالْأَشْهُرُ الْحُرُمُ أَرْبَعَةٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ ثَلَاثَةٌ سَرْدٌ وَوَاحِدٌ فَرْدٌ وَيُسْتَحَبُّ صَوْمُ تِسْعَةِ أَيَّامٍ من أَوَّلِ ذِي الْحِجَّةِ كَذَا في السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ وَيُكْرَهُ

ایک شخص چاند کی گواہی دے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے یا وہ فاسق گواہی دیں اور ان کی گواہی رد کر دی جائے لیکن اگر آسمان صاف ہو اور کوئی شخص چاند نہ دیکھے تو وہ دن شک کا نہیں ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے علماء کا اختلاف ہے کہ شک کے روز روزہ رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا افضل ہے فقہا نے کہا ہے کہ اگر پورے شعبان کے روزے رکھے ہیں یا اتفاقاً وہ شک کا روز اس دن واقع ہوا جس دن اس کو روزہ رکھنے کی عادت تھی تو روزہ رکھنا افضل ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر شعبان کے آخر میں تین روزے رکھے تو بھی اس روزہ کا رکھنا افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ خاص لوگوں کے واسطے نفل روزہ رکھنے کا فتویٰ دیا جائے یہ تہذیب میں لکھا ہے اور عوام کو زوال سے پہلے تک کھانے اور پینے اور جماع وغیرہ سے منع کیا جائے اس لئے کہ احتمال ہے کہ شاید یہ دن رمضان کا ثابت ہو اور اس کے بعد روزہ نہیں ہوتا یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور یہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔

نیت کی بابت عام وخاص کی تخصیص:

عام وخاص میں فرق یہ ہے کہ جو شخص شک کے دن روزہ رکھنے کی نیت جانتا ہو وہ خواص میں سے ہے اور نہ عوام میں سے اور نیت کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کو اس دن روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو وہ نفل کی نیت کرے اور اس کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہوگا تو یہ روزہ رمضان کا ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے کسی شخص نے شک کے روز یہ قصد کیا تھا کہ زوال تک کوئی فعل منافی روزہ کے نہ کرے گا پھر بھول کر کچھ کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا اور روزہ کی نیت کی تو فتاویٰ میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں یہ ظہیریہ کے باب النیت میں لکھا ہے عیدین اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس دن روزہ رکھ لیا تو ہمارے نزدیک روزہ دار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے:

اگر ان دنوں میں روزہ رکھا اور توڑ دیا تو قضا لازم آئے گی یہ کنز میں لکھا ہوا ہے یہ حکم تینوں اماموں سے ظاہر روایت میں منقول ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ قضا لازم آئے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے شوال کے چھ روزے رکھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے خواہ جدا جدا رکھے یا پے در پے رکھے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت ہے کہ پے در پے رکھنا مکروہ ہے متفرق رکھنا مکروہ نہیں لیکن عامہ متاخرین کا یہ قول ہے کہ پے در پے رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور چھ روزے جدا جدا ہر ہفتہ میں دو دن مستحب ہے یہ ظہیریہ کی اس فصل میں لکھا ہے جس میں روزہ کے مکروہ اور مستحب ہونے کے وقتوں کا بیان ہے وصال کا روزہ مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سال کے روزے رکھے اور جن دنوں میں روزہ منع ہے اس میں بھی افطار نہ کرے اور اگر ان دنوں میں افطار کر لیا تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ کئی روز تک رات دن برابر روزے رکھے نہ دن میں افطار کرے نہ رات میں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے سنیچر (ہفتہ) اور اتوار کے دن روزہ رکھنے کی نسبت اگر اس دن کی تعظیم کا اعتقاد نہ کرے تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوروز اور مہرگان[1] کے دن اگر عمداً روزہ رکھا اور وہ دن اس کے روزہ رکھنے کی عادت کا نہ ہو تو مکروہ ہے اور اس دن کے روزہ رکھنے کی افضلیت میں یہ

[1] نوروز اور مہرگان دونوں مجوسیوں کی عید کے دن ہیں۔

أتبعه ستة أيام من شوال فكأنما صام السنة كلها"

ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے سارا سال روزے رکھے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۲/۱۶۳، ۱۶۴ ح ۲۸۶۵)

اس موقوف روایت کی سند صحیح ہے۔ عبدربہ بن سعید بن قیس ثقہ اور صحیحین کے راوی ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۳۷۸۶) اور ان تک سند صحیح ہے۔

معلوم ہوا کہ مرفوع حدیث کے ساتھ ان روزوں کی فضیلت آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے۔

تنبیہ نمبر ۱: سارا سال روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو سارا سال روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: شوال کے چھ روزوں کو مکروہ یا ممنوع سمجھنا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ زرولی دیوبندی نے فقہ کی کتابوں سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ نمبر ۳: امام مالک نے موطأ امام مالک میں فرمایا ہے کہ انھوں نے علماء وفقہاء میں سے کسی کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور ..... علماء اسے مکروہ سمجھتے ہیں.... الخ (ج ۱ ص ۳۱۱ تحت ح ۶۹۹) یہ قول اس کی دلیل ہے کہ امام مالک تک درج بالا دونوں صحیح حدیثیں اور سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نہیں پہنچا ورنہ وہ کبھی یہ الفاظ نہ بیان فرماتے۔ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو اس کے مقابلے میں ہر امام کا فتویٰ مردود ہوتا ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا امام ہو۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی تقلیدی نے کیا خوب لکھا ہے کہ "مسند مرفوع اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں دس ہزار تو کیا دس لاکھ بلکہ دس ارب وکھرب حضرات کی بات بھی کوئی وقعت نہیں رکھتی کیونکہ علمی قاعدہ تو یہ ہے کل احد یوخذ عنہ ویترک الا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (اتمام البرہان فی رد توضیح البیان ص ۳۸۹)

وما علینا إلا البلاغ (۲۶ مئی ۲۰۰۸ء)